مجله فارسی و اردو، دانشگاه داکا

(ڈھاکا یونیورسٹی جرنل آف پرشین اینڈ اردو)

سال: سوم

شماره: سوم

ژانویه- دسامبر ٢٠٠٦م

بخش فارسی و اردو، دانشگاه داکا

بنگلادش

Dr. Mohammad Golam Rabbani
Professor
Department of Urdu
University of Dhaka

مجله فارسی و اردو، دانشگاه داکا

(ڈھاکا یونیورسٹی جرنل آف پرشین اینڈ اردو)

سال: سوم شماره: سوم

ژانویه- دسامبر ۲۰۰۶م

مدیر مسئول

پروفیسر ڈاکٹر ام سلمی

مدیر معاون

ڈاکٹر کے ام سیف الاسلام خان

هیأت تحریریه

پروفیسر ڈاکٹر کلثوم ابو البشر
پروفیسر ڈاکٹر کنیز بتول
زینت آرا شیرازی
طارق ضیاء الرحمن سراجی
محمد عبد الصبور خان

Editor

Prof. Dr. Umme Salma

Associate Editor

Dr. K.M. Saiful Islam Khan

Editorial Board

Prof. Dr. Kulsoom Abul Bashar
Prof. Dr. Kaniz-e-Butool
Zeenat Ara Shirazi
Tarique Ziaur Rahman Sirazi
Muhammad Abdus Sabur Khan

بخش فارسی و اردو، دانشگاه داکا، بنگلادش

Department of Persian & Urdu University of Dhaka, Bangladesh

مجلّهٔ فارسی و اردو، دانشگاه داکا

(ڈھاکا یونیورسٹی جرنل آف پرشین اینڈ اردو)

ناشر	: رجسٹرار، ڈھاکا یونورسٹی، ڈھاکا	
تاریخ نشر	:ژوئن، ۲۰۰۸م	
حروف چینی	: محمد عمر فاروق	
چاپ و صحافی	: ملٹی لنک، ۱٤٥/ب، عبد الخالق مارکیت، فقیراپول، ڈھاکا۔۱۰۰۰	
قیمت	: ۷۰ تاکا (یك دلار)	

هر سال انتشار می یابد./خط و کتابت : ایڈیٹر: ڈھاکا یونیورسٹی جرنل آف پرشین اینڈ اردو

ڈپارٹمنت آف پرشین اینڈ اردو، ڈھاکا یونیورسٹی،

ڈھاکا۔۱۰۰۰، بنگلادش.

Dhaka University Journal of Persian & Urdu, published by the Registrar, University of Dhaka, Printed by: Multi Link, 145/B, Haji Abdul Khaleq Market, Fakira pool, Dhaka-1000. Ph: 9348047, 9335061

Price Tk. 70/- (One Dollar)

Published once a year, Date of Publication : June, 2008

Correspondence Address: Editor, Dhaka University Journal of Persian & Urdu, Department of Persian & Urdu, University of Dhaka, Dhaka-1000. Bangladesh.

اردو مقالات کی فہرست☆

محمد اسرافیل ۹۳
امراؤ جان ادا میں لکھنوی سماج کی تصویر کشی

ڈاکٹر ام سلمیٰ ۱۰۰
بنگلا دیش میں اردو شاعری (بسویں صدی)

رشید احمد ۱۰۹
تصور تقدیر اسلام اور ادبیات اقبال میں

ڈاکٹر رعنا خورشید ۱۱۵
تاریخ رشیدی: ایک مختصر تعارف

زینت آرا شیرازی ۱۲۰
میر امن کی باغ و بہار: ایک تنقیدی جائزہ

محمد طوطی الرحمن ۱۲۴
اردو اور بنگلا کے ایک ممتاز بنگلا دیشی ادیب اور محقق پروفیسر ڈاکٹر عبداللہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللہ ۱۳۲
ادب اور آرٹ میں اخلاق

ڈاکٹر علیم اشرف خان ۱۳۸
آسمان ناگور کا درخشندہ ستارہ شیخ حمید الدین صوفی قدس سرہ

محمد غلام ربانی ۱۴۵
علامہ اقبال کی شاعری میں مکالماتی انداز

پروفیسر ڈاکٹر کلثوم ابوالبشر ۱۵۲
فارسی کی فروغ بخشی میں سرسید احمد خاں کا حصہ

پروفیسر ڈاکٹر کنیز بتول ۱۶۳
بنگلا دیش میں اردو تحقیق وتنقید ۱۹۴۷ تا حال

ڈاکٹر لطیف احمد ۱۷۳
اقبال مصور فطرت

ڈاکٹر محمود الاسلام ۱۸۱
اردو ادب پر انگریزی ادب کا اثر

☆مقالات کو مصنفین کے نام کے حروف تہجی کی ترتیب سے مندرج کیا گیا ہے۔

اردو اور بنگلہ کے ایک ممتاز بنگلہ دیشی ادیب اور محقق
پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللہ

محمد طوطی الرحمٰن☆

[خلاصہ: مضمون ہذا میں پروفیسر ڈاکٹر عبداللہ کی حیات اور ادبی کارناموں کا ایک مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔ڈاکٹر صاحب بنگلہ دیش کی واحد شخصیت ہیں جنہوں نے بیک وقت اردو ادب اور بنگلہ ادب کے تحقیقاتی اور تنقیدی موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ان کی مادری زبان بنگلہ ہونے کے باوجود انہوں نے اردو کے محققین اور ادباء سے اپنی قابلیت کا خراج تحسین حاصل کیا ہے۔

پاکستان کے بڑے بڑے اصحاب علم نے ان کے ادب اردو پر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ان کی اردو دانی دہلی اور لکھنؤ کے ادباء سے کسی قدر کم نہیں۔ان کے سینکڑوں پر مغز اردو مضامین پاکستان کے مؤقر اردو رسالوں میں چھپ چکے ہیں۔انہوں نے بنگلہ دیش کے قومی شاعر قاضی نذرالاسلام کے ادب پاروں اور ان کی شاعری پر جائزہ لیتے ہوئے اردو زبان میں ایک ضخیم کتاب تصنیف کی ہے۔جس کی حال ہی میں طباعت ثانیہ ہو چکی ہے۔

بنگلہ دیش کے سنیئر طلباء کی اردو انشاء پردازی پر مہارت حاصل کرنے کے لئے انہوں نے ''مفید اردو مضامین'' کے نام سے ایک درسی کتاب لکھی ہے جو بنگالی طلباء کے لئے بڑی مفید ثابت ہوئی ہے۔بنگلہ دیش کے بڑے بڑے اہل فکر اور نامور ادباء کے حالات زندگی اور ان کے سیاسی اور سماجی کارناموں پر انہوں نے اردو داں حضرات کی معلومات کے لئے کافی اردو مضامین منظر عام پر پیش کئے ہیں۔

علاوہ ازیں انہوں نے بنگلہ زبان میں اردو ادب کی بڑی بڑی شخصیتوں کے ادبی، سماجی اور سیاسی احسانات پر روشنی ڈالی ہے جس کے ذریعہ بنگلہ دیش کے اصحاب قلم اور اہل فکر کو خادمین اردو ادب سے واقفیت حاصل کرنے کا عمدہ موقع بہم پہنچایا ہے۔

ڈاکٹر محمد عبداللہ کی یہ حیثیت نادر، قابل قدر اور لائق تحسین ہے۔موصوف اب بھی تصنیف و تالیف میں ہمہ تن مصروف ہیں۔اللہ انہیں صحت و توانائی کے ساتھ حیات دراز بخشے۔]

□□□

نامور ماہر تعلیم اور ممتاز محقق پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللہ کی ولادت یکم اپریل ۱۹۳۲ء کو لکھی پور ضلع کے بنگا خان گاؤں کے ایک علم دوست گھرانے میں ہوئی۔انکے والد محترم مرحوم مولانا مخلص الرحمٰن اس علاقے کے ایک مشہور عالم تھے۔

درس و تدریس ان کے بزرگوں کا محبوب مشغلہ تھا۔ ان کے خاندان کے لائق و فائق افراد برابر ملک کے مختلف اسکولوں اور مدرسوں میں دینی تعلیم کے فرائض انجام دیتے آرہے ہیں۔ان کے والد بزرگوار مولانا مخلص الرحمٰن ایک جید عالم دین تھے۔وہ عربی اور فارسی دانی کے لئے اپنے علاقے (لکھی پور۔نواکھالی) میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔وہی ڈاکٹر عبداللہ کے اولین استاد تھے۔

موصوف نے نواکھالی کے کرامتیہ مدرسہ سے ۱۹۴۳ء میں امتحان عالم پاس کیا اور درجہ اول میں اول پوزیشن حاصل کی۔

☆ ایم فل اسٹوڈنٹ، شعبۂ فارسی و اردو، ڈھاکا یونیورسٹی

۱۹۴۵ء کے امتحان فاضل میں وہ درجہ اول حاصل کر کے نمبر دوم پر فائز ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں انہوں نے مدرسہ عالیہ کلکتہ سے امتیاز کے ساتھ ''ممتاز المحد ثین'' کی ڈگری حاصل کی۔

اس کے بعد انہوں نے ۱۹۴۹ء میں چاٹگام کے آئی۔آئی کالج (فی الحال حاجی محسن کالج) سے آئی۔اے پاس کیا اور درجہ اول میں چہارم آئے۔ڈھاکہ یونیورسٹی سے ۱۹۵۲ء میں بی۔اے آنرز (اردو) کے امتحان میں درجہ اول میں اول مقام حاصل کیا۔اس امتحان میں آرٹس فیکلٹی میں پہلی پوزیشن حاصل کرنے کی بدولت انہیں سونے کا تمغہ ملا۔۱۹۵۲ء میں انہوں نے اسی یونیورسٹی سے اردو میں ایم اے کیا۔اور درجۂ دوم میں اول آئے۔اس یونیورسٹی کی طالب علمی کے زمانے میں انہیں ڈاکٹر عندلیب شادانی اور شوکت سبزواری جیسے اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنے کا شرف ملا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد ڈاکٹر عبداللہ نے اپنی عملی زندگی میں قدم رکھا۔ پہلے وہ ۶ رمئی ۱۹۵۵ء میں سلہٹ گورنمنٹ مدرسۂ عالیہ میں عربی کے استاد مقرر ہوئے اور ۱۹۵۷ء تک اس عہدے پر فائز رہے۔اسی دوران وہ سلہٹ کی ''انجمن ترقی اردو'' کے رکن تھے۔اس کے بعد ملک کی مختلف ڈگری کالجوں میں برسوں اردو کے پروفیسر رہے۔وہ بریسال گورنمنٹ بی ایم کالج میں شعبۂ اردو کے صدر رہے۔۱۹۶۵ء سے ۱۹۶۹ء تک وہ اس کالج کے سالانہ میگزین ''شیکت'' (ساحل دریا) کے مدیر اعلیٰ تھے۔بعد میں بھی وہ اس میگزین کے ادارتی بورڈ کی ذمہ داریاں انہاک کے ساتھ ادا کرتے رہے۔اس رسالہ میں معلمین و متعلمین کے مضامین بنگلہ اور انگریزی دونوں زبانوں میں شائع ہوتے تھے۔انگریزی اور بنگلہ کے بہت سے سینئر معلمین کی موجودگی کے باوجود اردو ڈپارٹمنٹ کے استاد ڈاکٹر عبداللہ صاحب کو ''شیکت'' کا مدیر اعلیٰ منتخب کیا جانا ان کی علمی و ادبی مہارت کا بین ثبوت ہے۔

۱۹۷۱ء میں جب بنگلہ دیش وجود میں آیا تو ڈھاکہ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو و فارسی کے اہل زبان اساتذہ کرام اس ملک کو چھوڑ کر پاکستان چلے گئے۔ بدیں حالات یہ شعبہ قحط الرجال کی وجہ سے مَتاجارہا تھا۔آرٹس فیکلٹی کے ڈین مرحوم مفیض اللہ کبیر اور اردو فارسی شعبہ کے صدر جناب فیض احمد چودھری کے التماس پر ڈاکٹر موصوف نے بی ایم کالج چھوڑ کر یکم ستمبر ۱۹۷۲ء میں ڈھاکہ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو و فارسی میں اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے شرکت کی۔ یہاں شرکت کرنے سے پہلے انہوں نے بنگلہ دیش کے درجۂ اول کے مختلف گورنمنٹ کالجوں اور مدرسوں میں تقریباً اٹھارہ برس تک نہایت کامیابی کے ساتھ درسی خدمات انجام دی تھیں۔

انہوں نے ڈھاکہ یونیورسٹی سے ۱۹۷۸ء میں ایم فل اور ۱۹۸۳ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔وہ بنگلہ دیش ایشیاٹک سوسائٹی، بنگلہ اکاڈمی ڈھاکہ، بنگلا دیش اسلامک لائبریری، انجمن یادگار حکیم حبیب الرحمٰن وغیرہ کے رکن ہیں۔

برصغیر کے ممتاز شعراء و ادبائے اردو سے انہیں گہرا تعلق ہے اور ان کے ساتھ مراسلت کا سلسلہ بھی قائم ہے۔

موصوف مختلف زبانوں سے واقف ہیں۔ بالخصوص بنگلہ، اردو اور انگریزی میں انہیں مہارت کامل حاصل ہے۔وہ چالیس سال سے ان تینوں زبانوں میں تحقیقاتی کام کر رہے ہیں۔وہ تحقیقاتی مضامین اور عام معلوماتی کتابوں کی تصنیف سے قوم وملت کو علم و ادب کے فیوض بخش رہے ہیں۔ بیک وقت کئی زبانوں کی ماہر ہونے کے بدولت انہیں تحقیقی کاموں میں اوروں کی بہ نسبت زیادہ مواقع اور سہولتیں میسر ہیں۔ان کے لکھے ہوئے سو سے زاید ادبی، تاریخی اور ثقافتی مضامین ملکی اور غیر ملکی رسالوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

ان کا پہلا مضمون ''مشرقی پاکستان میں اردو کا نیا روپ'' فروری ۱۹۶۵ء کے پاسبان (ڈھاکہ) میں شائع ہوا تھا۔

انہوں نے اس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ڈھاکہ کی اردو برصغیر کے دوسرے مقامات کی اردو سے انفرادی اور امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں انہوں نے یہ بات بھی سمجھانے کی کوشش کی کہ بنگلہ دیش کا اردو ادب بنگلہ دیشیوں کی گفتار اور کردار کا ترجمان اور یہاں کی تہذیب وثقافت کا آئینہ دار ہے۔

ان کے ذہن میں متعدد مضامین کی اشاعت کا ایک سلسلہ کارفرما تھا۔

''مشرقی پاکستان میں اردو کا نیا روپ'' اس منصوبے کی پہلی کڑی تھی۔ اس وقت جوان کا قلم چلا تو وہ کبھی نہ رکا۔ وہ اب بھی رواں دواں ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے کسی اور بنگلہ ادیب گو کے قلم سے اتنی کثیر مقدار کے اردو مضامین ابتک شائع نہیں ہوئے۔ جہاں تک میری رائے زنی کا تعلق ہے، ان کے اردو مضامین کی ادبی حیثیت دہلی، لکھنو، لاہور اور کراچی کے ارباب نگارشات سے کم درجہ کی نہیں۔ بہت سے شعراء اور ادبائے اردو نے ان کی ادبی حیثیت کا اعتراف کیا ہے۔ ادبی دنیا (لاہور) ماہ نو (کراچی) اور ساقی (کراچی) مین ان کے ادب پاروں پر تبصرے شائع ہوئے ہیں۔ انہوں نے بنگلہ اور اردو میں جو ادبی خدمات انجام دی ہیں اس کا تذکرہ ''بنگلادیش ڈسٹرکٹ گزیٹرز ۱۹۷۷ء نواکھالی میں شائع ہوا (ص ۲۳۷۔ ۲۴۱)۔ لاہور کے سیارہ (مئی ۱۹۶۶ء) میں پاکستان کے مرحوم شاعر فروغ احمد نے ''ایک تعارف'' کے عنوان سے پروفیسر صاحب کی سوانح عمری اور ان کے ادبی کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے۔ ''اردو زبان اگرچہ مؤلف کی اکتسابی زبان ہے لیکن انہوں نے بڑی سلاست اور صفائی اظہار کا ثبوت دیا ہے۔ لغزشیں تو اہل زبان سے بھی ہو جاتی ہیں لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ پروفیسر صاحب کی تحریر سلاست میں دہلی، لکھنو، عظیم آباد اور لاہور کے بہت سے اہل قلم کی تحریروں سے کسی طرح کم نہیں معلوم ہوتی۔ (سیارہ، لاہور ۱۹۷۲ء ص ۴۷)

سیارہ (لاہور) کے ادارہ یہ بورڈ نے زبان وادب میں ان کے فیوضات کے اعتراف میں انہیں ''نشان اردو'' کے خطاب سے نوازا ہے۔ ان کے چند تحقیقاتی مضامین ڈھاکہ یونیورسٹی، بنگلہ اکاڈمی اور بنگلہ دیش اسلامک فاونڈیشن کے رسالوں میں شائع ہوچکے ہیں۔

فرانکلین پبلیکیشن کے شائع کردہ چار جلدوں پر مشتمل ''بنگلہ بشوکوش'' (بنگلہ انسائیکلوپیڈیا) میں اردو، فارسی اور پنجابی ادب کے ادیبوں اور شاعروں پر لکھے ہوئے ان کے تین سو سے زائد مضامین کو جگہ ملی۔ اسلامک فاونڈیشن ڈھاکہ سے شائع شدہ مختصر ''اسلامک بشوکوش'' میں بھی ان کے متعدد مضامین شائع ہوچکے ہیں۔

ابتک ان کی تصنیف شدہ ۳۳ کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ علاوہ ازیں ایک اور کتاب زیر طبع ہے۔

سب سے پہلے انہوں نے شاعر بنگال قاضی نذرالاسلام کے سماجی ادبی، اور سیاسی کارناموں پر مشتمل ایک اردو کتاب لکھ کر اردو دانوں کو بنگال کے اس عظیم شاعر سے روشناس کرایا۔ ۱۹۶۵ء کے ''ساقی'' کا نذرل نمبر (ایک خصوصی نمبر) تنہا انہیں کی نگارشات پر مبنی ہوکر شائع ہوا۔ ۱۹۷۱ء میں پاکستان اکیڈی ڈھاکہ سے وہی شمارہ بشکل کتاب دوبارہ شائع ہوا۔ ڈھاکہ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو وفارسی کے اس وقت کے صدر ڈاکٹر عندلیب شادانی اور شعبہ بنگلہ کے اس وقت کے صدر ڈاکٹر قاضی دین محمد نے ایک طویل ''مقدمہ'' اور پر مواد ''پیش لفظ'' لکھ کر اس کتاب کو مزید زینت بخشی۔ اس کتاب میں بنگلہ اور اردو کے بڑے بڑے شعراء کے کلام سے نذرالاسلام کی شاعری کا موازنہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں ''نذرل، ٹیگور اور اقبال'' کے عنوان سے جو باب ہے وہ اس سلسلے میں قابل توجہ ہے۔ نذرالاسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے بنگلہ دیش، پاکستان اور ہندوستان کے ارباب اردو کے لئے یہی کتاب واحد ذریعہ ہے۔

ڈھاکہ کے ماہنامہ ''مدینہ'' کے مدیر مولانا محی الدین خان نے ۱۹۷۲ء میں ''روز نامہ پیغام'' میں اس خصوصی شمارہ (نذرل نمبر) پر ایک تبصرہ شائع کیا۔ جناب عبداللہ ابوسعید نے ''سوغات'' ۱۹۷۲ء میں پروفیسر موصوف کی اس کتاب کے مختلف پہلوؤں پر ایک تفصیلی تذکرہ شائع کیا۔

ان کی ایک اور کتاب (اردو) ''اقبال اور ٹیگور'' سیارہ (لاہور)، ساقی (کراچی) اور فاران (کراچی) میں قسطوار شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے اقبال اور رابندر ناتھ ٹیگور کے تفکرات اور خیالات میں جو مغائرتیں اور وحدتیں ہیں ان کا تجزیہ کیا ہے۔

پروفیسر عبداللہ پہلا بنگالی محقق ہیں جنہوں نے اپنی اردو تصنیفات کے ذریعہ بنگلہ زبان کے بڑے بڑے شعراء اور ادباء کو اردو حلقوں میں اور بنگلہ نگارشات سے اردو کے بڑے بڑے شعراء وادباء کو بنگلہ زبان کے تعلیم یافتوں میں روشناس کرایا ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے بنگلہ دیشی ثقافت یعنی لوک گیت، لوک ناچ اور بنگلہ ادب میں عکاسی کی ہوئی بنگالی تہذیب و ثقافت سے اردو دانوں کو مطلع کرانے کی کوشش کی۔

بنگلہ دیش میں بہت سے عربی و فارسی داں علماء اور فضلاء گزر چکے ہیں مگر ان کے حالات زندگی اور ادبی کارناموں پر کوئی تصنیف نہ تھی۔ عبداللہ صاحب نے ہی سب سے پہلے اس میدان میں قدم رکھا ہے۔ انہوں نے ''بنگلہ دیش میں فارسی ادب'' اور ''بنگلہ دیش کے مشہور عربی داں''، کے عنوان سے دو کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں انہوں نے بہت سے بنگلہ دیش کے عربی، فارسی اور اردو شاعروں اور ادیبوں کے حالات زندگی اور ان کی ادبی خدمات کی صحیح تاریخ پیش کر کے بنگلہ ادب میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔ ''بنگلہ دیش میں فارسی ادب'' (বাংলাদেশে ফার্সী সাহিত্য) کے عنوان سے ۴۴۸ صفحات پر مشتمل ان کی جو کتاب ہے وہ دراصل ان کے پی ایچ ڈی کا مقالہ تھا۔ یہ کتاب مرحوم پروفیسر مفیض اللہ کبیر کے ایک پر مغز مقالہ کے ساتھ ۱۹۸۳ء میں اسلامک فاؤنڈیشن سے شائع ہوئی۔ اس کتاب پر پروفیسر وکیل احمد صاحب کا ایک محققانہ ریویو بنگلہ اکاڈمی ڈھاکہ کے رسالہ ''اترادھیکار'' میں شائع ہو چکا ہے (جنوری، مارچ: ۱۹۸۵ء)۔

ڈاکٹر محمد عبداللہ میرے استاد محترم ہیں عرصہ سے مجھے ان کی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل رہا ہے۔ مجھے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ میں تحقیقی کاموں میں گہرے طور پر ان سے منسلک ہوں۔ وہ بے تکلف زندگی بسر کرتے ہیں ان میں کبر و نخوت نام کو نہیں۔ وہ شہرت و مدحت کے بالکل خواہاں نہیں۔ عموماً ان کو کسی محفل میں تقریر کرتے ہوئے یا کسی تفریحی مجلس میں جاتے ہوئے نظر نہیں آتا۔

پروفیسر موصوف کامیاب معلم، مفکر، مضمون نگار اور مصنف ہیں۔ وہ ایک اچھے مترجم بھی ہیں۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں اردو، فارسی، عربی اور انگریزی کے بہت سے اقتباسات پیش کئے ہیں اور ان کے پہلو بہ پہلو بنگلہ ترجموں کی بھی پیش کش کی ہے۔ ان ترجموں میں انہوں نے قدرت بیان کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان کے ترجموں پر اصل کا دھوکہ ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترجمے نہیں بلکہ نثر میں شاعری ہیں۔

پروفیسری اور تحقیقاتی کام کرنا ہی ان کا فلسفہ زندگی ہے۔ انہوں نے بنگلہ دیش منظوری کمیشن، کے ماتحت بنگلہ میں متعدد تحقیقاتی پروجیکٹ مکمل کئے ہیں جن میں ''مشرقی بنگلہ میں فارسی ادب'' پچھم بنگلہ میں فارسی ادب'' مولانا عبیداللہ سہروردی'' اور ''ڈھاکہ کے چند ارباب فکر و دانش'' قابل ذکر ہیں۔

وہ خود بھی تحقیقی کام کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی ایسے کاموں میں حوصلہ افزائی کرتے ہیں وہ ڈھاکہ یونیورسٹی کے شعبہ

اسلامک اسٹڈیز، شعبۂ عربی اور شعبۂ اردو و فارسی میں تحقیقی کام کرنے والوں کی کافی اعانت کر رہے ہیں وہ چپ چاپ تحقیقی کاموں میں مگن رہتے ہیں۔ ان کی زندگی کا ایک بڑا حصہ لائبریری میں گزرتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب مسلم قومیت کے دلدادہ ہیں۔ اسلامی تہذیب وتمدن کی ترجمانی اور مسلم سیاست کو فروغ دینے میں برصغیر کے جن مسلم سربراہوں نے حصہ لیا ہے، موصوف نے ان کے حالات زندگی، ان کے کارناموں اور فلسفوں کے متعلق چند وسیع کتابیں لکھنے کا لائحہ عمل مرتب کیا ہے۔

اس پروگرام کے تحت ''مسلمانوں کی بیداری میں چند ادیبوں اور شاعروں کے حصے''، ''سرسید احمد کے مذہبی اور سماجی افکار''، ''مولانا عبیداللہ سہروردی''، اور ''بنگلہ دیش کے مشہور عربی داں'' کے عنوان پر ان کی چار بنگلہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور وہ مقبولیت بھی پا چکی ہیں۔ علاوہ ازیں اس پروگرام کے تحت انہوں نے ''سر عبدالرحیم: حیات اور کارنامے'' اور ''بنگلہ دیش کے دس رہنما'' کے عنوان سے دو اور کتابیں لکھی ہیں۔ اول الذکر کتاب میں انہوں نے برصغیر کے مشہور قومی رہنما اور چیف جسٹس سر عبدالرحیم کی قومی خدمات کو اجاگر کیا ہے۔ آخر الذکر میں انہوں نے بنگلہ دیش کے نامور دس نمائندوں کے حالات زندگی اور ان کے قومی کارناموں کو ملک کے سامنے پیش کیا۔

ان کی تصنیف ''مسلمانوں کی بیداری میں چند ادیبوں اور شاعروں کے حصے'' پروفیسر مظفر الاسلام کے لکھے ہوئے مقدمہ کے ساتھ اسلامک فاؤنڈیشن سے ۱۹۸۰ء میں شائع ہو چکی ہے۔ اس میں مختلف زبانوں کے ادباء و شعراء کی مختصر سوانح عمریاں اور مسلمانوں کی بیداری میں ان کے حصے تفصیل کے ساتھ بیان۔ اس کتاب میں پچیس مضامین ہیں۔ اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو اس فن پر بڑی مہارت اور صاف تصور حاصل ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر وہ چاہتے تو وہ اس کے ہر مضمون پر علیحدہ ایک مستقل کتاب لکھ سکتے۔ ۶۰۵ صفحات پر مشتمل ان کی کتاب ''سرسید احمد کے مذہبی اور سماجی افکار'' اسلامک فاونڈیشن سے ۱۹۸۲ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کا اکثر مواد سرسید احمد کی اردو کتابوں سے ماخوذ ہے۔ ظاہر ہے کہ سرسید احمد کے تمام مضامین اردو زبان ہی میں ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ان مواد کو براہ راست اردو سے اخذ کیا ہے۔ اس وجہ سے یہ کتاب نہایت مدلل اور قابل اعتماد ہے۔ یہ کتاب شعبۂ تاریخ اسلام، شعبۂ فلسفہ اسلام اور سیاست کے طلباء نیز عام قارئین کے لئے نہایت فائدہ مند ہے کیونکہ بنگلہ میں سرسید احمد پر لکھی ہوئی یہی سب سے پہلی محققانہ ضخیم کتاب ہے۔

یہ کتاب ان کا ایم فل تھیسس ہے جو بعد میں بے کم وکاست کتابی شکل میں شائع ہوا۔ اس کتاب میں سرسید احمد کے کچھ ایسے انوکھے خیالات کے جائزے لئے گئے جو جمہور علماء کے عام عقائد کے خلاف ہیں۔ اس لئے بعض روایت پسند علماء پر یہ کتاب ناگوار گزری۔ مگر اہل فکر و دانش کے حلقوں میں اس کتاب کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اہل دانش کا خیال ہے کہ سرسید کے خلافِ جمہور عقائد پیش کرنے کے لئے مصنف قابل گرفت نہیں کیونکہ انہوں نے تو غیر متعصبانہ طور پر سرسید کے عقائد کی تشریحات وتصریحات پیش کر کے اپنے فریضے ادا کئے۔ ابھی یہ کتاب نایاب ہے۔ دوبارہ اس کی اشاعت ضروری ہے۔ ۸۰ صفحات پر مشتمل ان کی کتاب ''حکیم حبیب الرحمٰن'' پروفیسر صلاح الدین کے مقدمہ کے ساتھ اسلامک فاؤنڈیشن سے جون ۱۹۸۱ء میں شائع ہو چکی ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں بیسویں صدی کے آغاز میں بنگلہ دیش کے مسلمانوں کی بیداری کے مشہور رہنما حکیم حبیب الرحمٰن کے کارنامے قوم کے سامنے پیش کئے۔ اس سے قوم کو بڑا فائدہ پہنچا۔

مولانا عبیداللہ سہروردی کی خودنوشتہ سوانح عمری معنون بہ ''داستان عبرت بار'' اب تک گمنامی میں پڑی ہوئی تھی عبداللہ

صاحب نے اس غیر شائع شدہ نسخے کو حکیم حبیب الرحمٰن کے بیٹے مرحوم حکیم حسام الرحمٰن سے حاصل کیا۔ انہوں نے اس کا بنگلہ ترجمہ کر کے اسے بنگلہ اکاڈمی کے ماہنامہ اخبار میں شائع کیا۔ (ساون۔ آ سن ۱۳۸۸) یہ کتاب عبید اللہ سہروردی کے متعلق جدید معلومات کی حامل ہے۔ اس ترجمے نے ارباب علم سے خراج تحسین حاصل کیا۔ بعد میں انہوں نے "مولانا عبید اللہ سہروردی" کے نام سے ۱۷۰ اصفحات پر مشتمل ایک کتاب مستقل تصنیف کی۔ یہ کتاب بنگال کے مشہور مؤرخ مرحوم ڈاکٹر عزیز الرحمٰن ملک کے پرمواد مقدمہ کے ساتھ اسلامک فاونڈیشن سے شائع ہوئی (اگست ۱۹۸۲ء)۔ اس کتاب پر پروفیسر وکیل احمد کا لکھا ہوا ریویو بنگلہ دیش ایشیاٹک سوسائٹی کے اخبار میں شائع ہوا (دسمبر ۱۹۸۵ء ص ۱۷۳) اس کتاب نے بہت سے تشنگان علم کی دیرینہ پیاس مٹائی۔ کلکتہ کے مولانا آزاد کالج کے پروفیسر پرتاب مکھپدھیائے نے مورخہ ۸/ جون ۱۹۸۶ء کی ایک چٹھی میں اس کتاب کی تصنیف پر پروفیسر صاحب کو تہنیت پیش کی۔

راجشاہی یونیورسٹی کے پروفیسر غلام ثقلین نے بھی مورخہ ۲/ اگست ۱۹۸۶ء کے ایک خط میں پروفیسر موصوف کو اس کتاب کے لئے مبارکباد دی۔ انہوں نے اس خط میں لکھا:

"میں عبید اللہ کے حالات زندگی، ان کی ادبی خدمات اور ڈھاکہ کے مدرسہ عالیہ میں ان کی ملازمت کے متعلق کچھ باتیں جاننے کا آرزومند تھا۔ پروفیسر عبد اللہ کی اس کتاب نے یقیناً میری وہی تمنا پوری کی ہے اس لئے آپ میری مبارکباد کے مستحق ہیں"۔ ڈاکٹر عبد اللہ کی فارسی زبان میں لکھی ہوئی "داستان عبرتبار" کا بنگلہ ترجمہ دلکش ہے۔ مولانا عبید اللہ سہروردی پر مطالعے کے لئے اور ان کے متعلق واضح تصور حاصل کرنے کے لئے ایسی عام فہم اور دلکش زبان میں لکھی ہوئی ایک کتاب کی ضرورت تھی۔ مولانا عبید اللہ کے دل میں قومی و ملکی خدمات کا جو جذبہ کارفرما تھا، پروفیسر صاحب نے اس کتاب میں اسکی کامیاب عکاسی کی ہے۔ آپ کی اس عکاسی نے ہمیں بے حد متاثر کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی کتاب "نواب سلیم اللہ کی زندگی اور کارنامے" اپنی نوع کی پہلی چیز ہے اسے اس موضوع پر پہلی سعی کہنا بے جا نہ ہوگا۔ ہمارا خیال ہے کہ قارئین اس کے مطالعے سے نواب سلیم اللہ کی قومی خدمات کے متعلق صحیح اندازہ لگا سکیں گے۔

برصغیر کے ارباب فکر و دانش کے فلسفۂ زندگی کے بیانات کے ماتحت لکھی ہوئی انکی کتاب "مولانا محمد علی جوہر کی زندگی اور کارنامے" اور "نواب علی چودھری کی زندگی اور کارنامے" بہت اہم ہیں جو ہماری نظر سے گزر چکی ہیں۔

یہ دونوں کتابیں ہمارے دو بڑے قومی رہنما کی سیرت اور ان کے کارنامے پر لکھی ہوئی ہیں۔ ان کتابوں نے اہل دانش میں پذیرائی حاصل کی ہے۔

تحریک خلافت کے اہم نمائندہ مولانا محمد علی جوہر بنگال کے گھر گھر مقبول و مشہور ہیں۔ سرزمین بنگال کی مسلمان قوم کی بیداری قومیت اور ڈھاکہ یونیورسٹی کے قیام کی تحریک کے ساتھ وہ گہرے طور پر منسلک تھے۔ بنگالی نہ ہونے کے باوجود محمد علی جوہر نے بنگلہ دیش کے مفاد کے حق میں بڑے خلوص کا مظاہرہ کیا۔ دراصل مولانا کی ایسی خدمات ہی نے ان پر قلم اٹھانے کی طرف پروفیسر صاحب کی توجہ مبذول کی ہے۔ اس کتاب میں تحریک خلافت کے اس روح رواں کی زندگی اور کارنامے بالتفصیل درج ہیں۔ اس کتاب میں پانچ ابواب ہیں:

(۱) مولانا محمد علی جوہر کی کی زندگی (۲) سیاسی کارنامے (۳) تعلیمی افکار (۴) دینی خیالات اور (۵) شاعری۔ مصنف نے ان موضوعات کو بسط و شرح کے ساتھ اس کتاب میں بیان کیا۔ میرے خیال میں یہ ایک مستند

کتاب ہے اس کتاب نے اہل علم و دانش سے خراج تحسین حاصل کر لیا ہے۔

نواب علی چودھری اور بنگال کی سیاست کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ وہ مسلم بنگالی قومیت کے علمبردار تھے۔ ان کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا کوئی معقول ذریعہ نہ تھا۔ موصوف نے اس کمی کی حتی الامکان تلافی کی۔ انہوں نے اس کتاب میں چودھری صاحب کا حالات زندگی اور ان کے ادبی، سماجی اور سیاسی کارناموں کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور انہوں نے یہ بھی ثابت کر دکھایا ہے کہ چودھری صاحب نواب سلیم اللہ کے دست راست تھے۔ اگر چودھری صاحب نہ ہوتے تو شاید نواب سلیم اللہ کی مسلم لیگ کی تحریک اور تقسیم بنگال کا منصوبہ کارگر اور کامیاب نہ ہوتا۔

ڈاکٹر صاحب کی لکھی ہوئی کتاب ''نواب علی چودھری اور ان کے کارنامے'' میں چھ باب ہیں: (۱) آباء و اجداد کا تعارف (۲) حالات زندگی (۳) ادبی خدمات (۴) تعلیمی اور سماجی افکار (۵) دینی خیالات (۶) سیاسی کارنامے۔ ان موضوعات کو عبداللہ صاحب نے اس کتاب میں تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہ ایک قابل اعتماد کتاب ہے۔ اس کی زبان اور طرز بیان نہایت معیاری ہے مجھے امید ہے کہ یہ کتاب قارئین میں ذہنی انقلاب ضرور پیدا کرے گی۔ ۲۰۰۲ء میں اسلامک فاؤنڈیشن سے اس کی دوبارہ اشاعت ہو چکی ہے۔

''ڈھاکہ کے چند ارباب دانش'' کے نام سے پروفیسر صاحب کی ایک اور بنگلہ کتاب چھپ چکی ہے۔ اس میں ڈھاکہ کی کئی ادبی اور مذہبی شخصیتوں کا بیان ہے۔

عہد مغلیہ میں تقریباً اسی ۸۰ سال تک ڈھاکہ بنگال کا صوبائی دارالخلافہ تھا۔ عہد برطانیہ میں بھی ۱۹۰۵ء سے ۱۹۱۲ء تک یہی شہر مشرقی بنگال اور آسام کا صدر مقام رہا۔ فی الحال بھی ڈھاکہ بنگلہ دیش کا پایۂ تخت ہے۔ ہر دور میں یہاں مسلم اہل فکر و دانش، قومی خدام، سربراہ اور ولی اللہ گزرے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی کتاب ''ڈھاکہ کے چند ارباب علم و دانش'' میں ڈھاکہ کی ۲۹ مسلم شخصیتوں کی زندگی، ان کے کارنامے اور افکار بیان کئے گئے ہیں۔

ان کی کتاب ''مغربی بنگال میں فارسی ادب'' میں انہوں نے ہماری قوم کو عہد برطانیہ کے فارسی ادب اور فارسی ادیبوں سے بخوبی متعارف کرایا ہے۔ انہوں نے ارباب فکر و دانش کے حالات زندگی اور فلسفۂ زندگی پیش کرنے کے پروگرام میں ''بنگلہ دیش کے دس رہنما'' کے نام سے ایک اور کتاب تصنیف کی ہے۔ اس کتاب میں نواب عبدالسبحان چودھری، بیرسٹر عبدالرسول، نواب سر سید شمس الہدیٰ، نواب سراج الاسلام، مولوی واجد علی خان پنی، سر عبدالکریم غزنوی، خان بہادر حمایت الدین، مولوی عبدالکریم، سر عبدالحلیم غزنوی اور مولوی تمیز الدین جیسی شخصیتوں کا مکمل جائزہ لیا گیا ہے۔

پروفیسر عبداللہ صاحب کو اپنی مادری زبان اور اپنے ملک سے بڑی محبت ہے۔ وہ بنگال سے باہر کہیں نہیں گئے۔ مگر مدرسے کی تعلیم کے زمانے سے اردو زبان و ادب میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا انہیں ایسا شغف رہا کہ اس کی بدولت وہ اردو زبان میں بنگلہ ادب اور بنگلہ گو ادباء کے متعلق کافی اچھے خاصے مضامین لکھے۔

۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۲ء تک برصغیر میں خلافت اور ترک موالات کی جو تحریک چلی تھی اس سے بنگلہ دیش بہت متاثر ہوا تھا۔ یہاں کے علماء نے اس میں اہم کردار ادا کیا۔ بہت سے لوگوں کو قید و بند ہونا پڑا۔ اس موضوع پر کوئی مؤثر کتاب نہ تھی۔ عبداللہ صاحب نے ''بنگلہ دیش میں خلافت اور ترک موالات'' کی تحریر کے عنوان سے ایک اہم کتاب شائع کی ہے (۱۹۹۶ء) اور اس میں یہاں کی تحریک خلافت اور ترک موالات کے زمانے کا پورا پورا جائزہ لیا ہے۔

جدید تعلیم یعنی انگریزی اور یورپی علوم و فنون کی اشاعت میں بنگال کے مسلمانوں نے بھی اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس پر باضابطہ کوئی کتاب نہ تھی۔ اس پر ڈاکٹر عبداللہ نے ''جدید تعلیم کی اشاعت میں بنگال کے چند مسلمان رہنما'' کے عنوان

سے ۳۳۶ صفحات پر مشتمل ایک کتاب لکھی (۲۰۰۰ء) اس سے جدید تعلیم کی اشاعت میں بنگال کے مسلمانوں نے جواہم کردار ادا کیا تھا وہ منظر عام پر آیا۔

عمر بن عبدالعزیز کو خلیفۂ پنجم کہا جاتا ہے۔ ان کا عہد خلافت وحکومت ایک زریں عہد تھا۔ اس پر بنگلہ میں اصلی ماخذ کے حوالے سے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی تھی۔ ڈاکٹر موصوف نے وہ کمی پوری کی اور ''عمر بن عبدالعزیز حیات اور کارنامے'' کے عنوان سے ایک اہم کتاب شائع کی (۲۰۰۵ء)۔

اقبال اور نذرل پر کوئی تقابلی مطالعہ نہیں ہوا تھا۔ نہ بنگلہ دیش میں نہ پاکستان اور بھارت میں۔ ڈاکٹر عبداللہ نے ان دونوں شاعروں کا موازنہ کر کے ایک نادر کتاب شائع کی ہے۔ یہ کتاب اس موضوع پر اپنی نوع کی پہلی چیز ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے ان دونوں شاعروں میں جو مشابہتیں اور مغائرتیں ہیں، ان کا جائزہ لیا اور دونوں کی جو عظمتیں اور خصوصیتیں ہیں ان کا بھی تجزیہ کیا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے نذرل کے اسلامی خیالات پر قلم اٹھایا ''نذرل کی شاعری میں اسلامی خیالات'' کے نام سے انہوں نے ۱۰۴ صفحات پر مشتمل ایک محققانہ کتاب لکھی جو ۱۹۰۵ء میں ڈھاکہ کے کامیاب پرکاشن سے چھپ چکی ہے۔ یہ کتاب اسلام پسند حضرات کی پیاس بجھا رہی ہے۔

امام غزالی پر کئی کتابیں بنگلہ میں لکھی گئی تھیں لیکن ان میں اصلی ماخذ یعنی عربی وفارسی کتابیوں کے حوالے نہیں تھے۔ اس کمی کو بھی ڈاکٹر صاحب نے پورا کیا۔ اور ''مسلم مذہبیات میں امام غزالی کے احسانات'' کے نام سے ایک اور کتاب شائع کر کے غزالیات میں اہم اضافہ کیا ہے (۲۰۰۱ء) اس کتاب نے بڑی ہردلعزیزی حاصل کی۔

بالآخر ڈاکٹر صاحب نے اقبال کی شاعری مین جو مذہبی خیالات و جذبات کا فرما ہیں، ان پر قلم اٹھایا اور ''اقبال کی شاعری میں اسلامی خیالات'' کے عنوان سے ۱۸۶ صفحات پر مشتمل ایک اہم کتاب لکھی اس میں اقبالی ادب کے بہت سے باریک پہلوا جاگر کیے گئے۔ بنگلہ دیش یونیورسٹی منظوری کمیشن نے یہ کتاب شائع کی۔ گو بظاہر یہ انکی آخری تصنیف ہے۔ مگر یہ حقیقتاً ان کے فیضان قلم کا آخری عطیہ نہیں۔ اب بھی ان کا قلم رواں دواں ہے۔ لکھتا چلا جا رہا ہے۔ اللہ تعالی انکی قوت تحریر اور دل ودماغ کو توانا اور کارگر رکھے۔ (آمین)

۲۱ اکتوبر ۲۰۰۸ میں ڈھاکہ میں ان کی وفات ہوئی -

حوالہ جات:

(۱) محمد شہیدالاسلام۔ ''ڈاکٹر محمد عبداللہ'' اور انکے ادبی کارنامے

(۲) محمد ابوالہاشم کا ایم۔فل تھیس (بنگلہ) اردو فارسی ساہتیہ میں ڈھاکہ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو وفارسی کی پیشکش۔

(۳) پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللہ (مضمون)۔ ماہنامہ لکھی پور بارتا۔ ڈھاکہ

(۴) ڈاکٹر محمد عبداللہ۔ ''نذرالاسلام'' (اردو)۔

(۵) ڈاکٹر کنیز بتول۔ اردو بھاشائے نذرل چرچا (مضمون)

(۶) عبدالواحد۔ اردو وفارسی بھاشائے نذرل چرچا

(۷) ڈاکٹر محمد عبداللہ۔ اقبال و نذرل کا بھاب دھارا

(۸) ڈاکٹر محمد عبداللہ۔ مسلم جاگرنے کو یک جون کوی ساہتک